ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

براؤننگ کی شاعری میں سائنسی عناصر اور ڈرامائی خود کلامی کے اُردو شاعری پر اثرات

Impacts of Scientific Elements and Dramatic Monologue in Browning's Poetry on Urdu Poetry

منوّر احمد

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسماعیل خان

ڈاکٹر مزّمل حسین

پروفیسر، شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسماعیل خان

Munawar Ahmad
Doctoral Candidate, Department of Urdu, Qurtuba University of Science and Technology D.I. Khan
Dr. Muzamil Hussain
Professor, Department of Urdu, Qurtuba University of Science and Technology D.I. Khan

Abstract:
After Tennyson, Robert Browning is considered second great poet of Victorian Era. The essayist claims that Robert Browning has exercised great impact on the Urdu poets, especially Majeed Amjad, Meera ji, Faiz Ahmad Faiz, and even Allama Iqbal. Browning was much impressed by Charles Darwin who was the Biologist, linguist and Naturalist. Darwin's theory impinged upon the poetry of Browning and from it, this though was disseminated in Urdu poetry though Majid Amjad and Meera ji. The author has cited divergent example from their poetry. Dramatic monologue that I'd characterized of Browning in poetry, is extremely employed by faiz Ahmed faiz similarly, the writer has admitted the effects of Browning poetry on Allama Iqbal. In this article, the author has proved with arguments that the influence of Darwin's ideas in the poetry of Meeraji and Majeed Amjad is actually the influence of Robert Browning's poetry and the author has also proved that the dramatic monologue in Iqbal's poetry. There are glimpses that are also the result of the influence of Robert Browning's poetry.

Keywords: Robert Browning, Urdu poets, Charles Darwin, faiz Ahmed faiz, Meeraji,Majeed Amjad, dramatic monologue

رابرٹ براؤننگ انگریزی شاعری میں صفِ اول کا شاعر ہے اور ملکہ وکٹوریہ کے دور کا الفرڈ ٹینی سن کے بعد دوسرا بڑا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ رابرٹ براؤننگ ۱۸۱۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۹ء میں انتقال ہوا۔ رابرٹ براؤننگ جب صرف ۲۱ سال کا تھا، تو اس کی ابتدائی شاعری نے تمام یورپ کو چونکا دیا تھا کیونکہ اس کی ابتدائی شاعری ابہام کے رنگوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس وقت کی مشہور شاعرہ ایلزبتھ بیرٹ سے اس کی ملاقات ہوئی اور وہ اس کی محبت کا گرویدہ ہو گیا۔ رابرٹ براؤننگ نے ایلزبتھ بیرٹ سے خفیہ شادی کی

،اور انگلینڈ کی بود و باش کو چھوڑ کر اٹلی میں سکونت اختیار کی۔اس کی گھریلو اور ازدواجی زندگی بے حد کامیاب اور پر سکون رہی ۔براؤننگ کی اعلیٰ ترین شاعری پر اسی خاتون ایلزبتھ بیرٹ کے اثرات ہیں۔ایلزبتھ بیرٹ ہی کی شاعری کے فنی و فکری اثرات رابرٹ براؤننگ کی شاعری پر آخر تک غالب دکھائی دیتے ہیں۔جلد ہی ایلزبتھ بیرٹ کا بیماری کے باعث انتقال ہو گیا اور اس کی تدفین کے بعد براؤننگ برطانیہ واپس چلا آیا۔براؤننگ ہمیشہ خوش دکھائی دیتا تھا۔اس کا دل ہمیشہ آنے والے اچھے دنوں کی خوشیوں کی امیدوں سے مالا مال رہا ہے۔اس کی شروع کی شاعری اگرچہ مشکل پسندی اور ابہام میں گم دکھائی دیتی ہے مگر آخر کار انگلستان کے لوگوں کو اس کی عظمت کا اعتراف کرنا ہی پڑا۔رابرٹ براؤننگ کی شاعری کے متعلق ڈاکٹر احسن فاروقی لکھتے ہیں:

> "اس کی شاعری نفسیاتی تحلیل اور اخلاقی تنقید کی طرف رجحان کی آئینہ دار ہے ۔وہ حق کا جویا ہے اور شاعری اس کے لیے حق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ وہ رومانیت سے گہرے طور پر متاثر ہیں ۔شیلے کو سب سے بڑا شاعر مانتا ہے ۔شیلے کو اس نے سورج پر چلنے والا کہا ہے اور اس کی شاعری کی مخصوص صفت یہ بتائی ہے کہ وہ روحانیت کی دنیا میں لے جاتی ہے اس نے خود بھی یہی راہ اختیار کی ہے اور انسان کی زندگی کے لیے وہ لمحے تلاش کیے ہیں ۔جس میں وہ اس دنیا سے بالاتر ہو کر روحانی دنیا میں پہنچ جاتا ہے"(۱)

ملکہ وکٹوریہ کا دور برطانیہ کی تاریخ کا "The Golden Age" یعنی سنہری دور کہلاتا ہے ملکہ وکٹوریا کی حکومت پانچ براعظموں "Continents" اور سات سمندروں پر محیط تھی اس دور میں برطانوی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔اس وقت دنیا کے پانچ براعظموں کے اکثر مقامات پر برطانوی نو آبادیات موجود تھیں۔ سمندروں اور خشکی پر برطانوی سامراج کا پرچم اکثر مقامات پر لہراتا دکھائی دیتا تھا۔ یہ دور سائنسی ترقی کے تیز ترین ارتقا کا زمانہ تھا۔مادہ پر قابو پانے سے نئی نئی ایجادات نے دنیا عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ سائنسی ایجادات تمام دنیا کے لیے سہولیات کا پیغام لے کر آئی تھی۔اس عہد میں انگریزوں کی تجارت تمام دنیا میں منافع حاصل کر رہی تھی اور اس دور میں برطانوی قوم صنعتی اور تجارتی قوم کے نام سے مشہور تھی۔برطانوی عوام نے اس دور میں سمجھ لیا تھا کہ آنے والا دور سائنس کا دور ہے اور اس کے بغیر دنیا میں اپنی حیثیت کو منوایا نہیں جا سکتا۔ رابرٹ براؤننگ کی شاعری میں سائنسی ترقی کے اثرات کے حوالے سے ڈاکٹر احسن فاروقی رقم طراز ہیں:

> "براؤننگ کی شاعری سائنس کے دور کی بہترین آئینہ دار ہے اور رومانویت کو انتہا پر پہنچاتی ہے ۔اس دور میں سائنسی تجربات اور اور تجزیے پیش ہوئے ہیں اور شاعری اور سائنس کو ملانے کی جہت پوری ہو جاتی ہے۔ اس میں شاعری اور فلسفہ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور شاعر ایک نئی نظر پیدا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے ۔فنی جدت جو رومانوی شاعری کی مخصوص صفت تھی یہاں تمام بندشوں کو توڑ کر ایک بالکل نیا فن وجود میں لاتی ہے"(۲)

رابرٹ براؤننگ کی شاعری میں سائنسی عناصر سب سے پہلے نمودار ہوئے ہیں۔براؤننگ نے سائنسی انداز فکر کو پروان چڑھایا ہے۔براؤننگ کا سائنسی انداز فکر ملکہ وکٹوریہ کے دور کی سائنسی ترقی کو نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔رابرٹ براؤننگ نے اپنی

نظموں میں سائیکالوجی، نیچر آف دی یونیورس اور نئے علوم کی تلاش جیسے عنوانات کے ذریعے سائنسی علوم کی جانب عوام کو راغب کیا اور سائنسی سوچ کو پروان چڑھایا۔ اپنی شاعری کے ذریعے سائنسی انداز فکر کو ایک نئی زندگی عطا کی ہے۔ براؤننگ کی شاعری میں نفسیات انسانیت کا گہرا شعور ملتا ہے۔ "My Last Duchess " Porphyria's Lovers" جیسی نظموں میں جنون پاور اور انسانی ذہن و دماغ کے پیچیدہ مسائل کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ رابرٹ براؤننگ انسانی نفسیات کہ پیچیدہ مسائل کو انسانی نفسیات ہی کے ذریعے حل کرنا چاہتا ہے

براؤننگ اپنی نظموں میں سائنسی زبان اور تصورات کے ساتھ ساتھ سائنسی اصطلاحات کو بھی جگہ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر بیالوجی، آسٹرولوجی، علم نجوم اور کیمسٹری وغیرہ۔ اس نے اپنی "An dreal de satro " نظم میں روشنی اور سایہ کی تمثیلات پر گفتگو کی ہے اور روشنی اور سایہ پر گفتگو کرنے کے بعد آرٹ اور سائنس کے حسین امتزاج کو پیش کیا گیا ہے۔ جدید کیمسٹری کا ابتدائی ہیولا ایک استعاراتی انداز میں براؤننگ کی شاعری میں کھڑا ہوا دکھائی دیتا ہے رابرٹ براؤننگ کے عہد میں صنعتی انقلاب نے اپنے عروج کی منازل کو تیزی سے طے کیا ہے۔ دور جدید کا مشینی نظام انسان کی صلاحیتوں کو انیسویں صدی کے آخر میں تباہ کرنا شروع کر چکا تھا اور انسانوں کی جگہ مشینوں نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ انسان تعیش پسندی اور سہل پسندی کی جانب راغب ہو چکا تھا۔ لہذا ان کی شاعری میں مشینی دور کی سوچ کی جھلکیاں بھی واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں۔

وکٹورین دور اور انیسویں صدی کے آخری حصے میں چارلس ڈارون کے اس دعوی نے تمام دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا کہ انسان بندروں کی اولاد ہے۔ اور بندروں کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس کے خیال میں شروع میں انسان مختلف جانوروں اور بندروں کی مانند جنگلوں میں رہتا تھا۔ جنگلی پھل پھول وغیرہ کھاتا تھا۔ بعد میں جانوروں کا شکار بھی کرنا شروع کیا اور اس دور کا انسان کچا گوشت کھاتا تھا اور جانوروں کی کھال اور گھاس پھونک سے اپنا جسم ڈھانپتا تھا اور پھر نینڈر تھل کی شکل اختیار کی۔ نینڈر تھل جانوروں کی ہڈیوں کو بطور ہتھیار استعمال کرتا تھا اور چقماق کو رگڑ کر آگ سلگانے لگا تھا۔ اس دور کا انسان غاروں میں بسیرا کرتا تھا، پھر انسان کے دماغ نے ترقی کی اور قدیم غاروں کی دیواروں پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچنے لگا۔ اس دور کے انسان کے ڈھانچے اور کھوپڑیاں اس کے ارتقا کی داستان سناتی ہیں۔ قدیم فاسلز بھی ڈارون کے نظریہ ارتقا کے ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ چارلس ڈارون ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۲ء میں اس دنیا ئے فانی سے کوچ کر گیا۔ آج تمام دنیا ان کو نظریہ ارتقائے انسان کا بانی خیال کرتی ہے مگر اس سے پہلے قرونِ وسطیٰ کے کچھ مسلم مفکرین کی تحریروں میں بھی اس قسم کے نظریات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ رابرٹ براؤننگ نے اپنی نظم "Caliban Upon Staboss" میں بنی نوعِ انسان کی سوچ کے ارتقائی مراحل کو بیان کیا ہے۔ اور انسان کے ابتدائی توہمات (جنھوں نے بعد میں متھیالوجی اور غیر الہامی مذاہب کی شکل اختیار کی) کے ارتقائی مراحل کی جانب اشارے کیے گئے ہیں۔ یہ سب ڈارون کے نظریات کے اثرات ہیں جو کہ براؤننگ نے اپنی شاعری میں قبول کیے ہیں۔

رابرٹ براؤننگ کے اثرات کے تحت مجید امجد نے شاعری میں سائنسی اندازِ فکر کو استعمال کیا ہے۔ اسی لیے ان کی شاعری میں ہمیں سائنسی عناصر کا بھرپور استعمال ملتا ہے۔ مجید امجد نے بھی ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجید امجد نے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو حتمی تسلیم کیا ہے اور آخر تک اسی یقین پر ڈٹے رہے۔ مجید امجد اپنی نظم "بس اسٹینڈ پر" میں فرماتے ہیں:

"مگر تو یہ مری توبہ یہ انساں بھی تو آخر اک تماشا ہے

یہ جس نے پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہونا
بڑے جتنوں سے سیکھا ہے
ابھی کل تک جب اس کے ابروؤں تک موئے پیچاں تھے
ابھی کل تک جب اس کے ہونٹ محروم زنخنداں تھے
ردائے صد زماں اوڑھے، لرزتا، کانپتا،
بیٹھا ضمیر سنگ سے بس ایک چنگاری کا طالب تھا
مگر اب تو یہ اونچی ممٹیوں والے جلوخانوں میں بستا ہے
ہمارے ہی لبوں سے مسکراہٹ
چھن کر اب ہم پہ ہنستا ہے"(۳)

اسی نظم میں آگے چل کر مجید امجد کائنات میں تبدیلی کے نعرے کے ساتھ تمام دنیا کے انسانوں کو ایک تبدیل شدہ نظامِ زندگی سے ہم کنار ہونے کی بشارت دیتا ہے کہ ایک دن قسمتِ آدم ضرور تبدیل ہو گی۔ نئے انسان کی نئی دنیا نئے انداز سے جلوہ نما ہو گی۔ خوبصورت میگالاپولس دورِ جدید کے قمقموں سے روشن ہونگے۔ دنیا کی خزاں میں خوشیوں کا موسمِ بہار ضرور آئے گا۔ بس ذرا تھوڑا سا انتظار اور صبر کرنا ہو گا۔ اس نظم میں بس کا انتظار دراصل ایک روشن منزل پر پہنچنے کا انتظار ہے۔ یعنی اچھا وقت ضرور آئے گا۔ اس نظم پر رابرٹ براؤننگ کے واضح اثرات موجود ہیں۔ مجید امجد فرماتے ہیں:

"چمکتی موٹروں سے اڑنے والی دھول کا ناچیز ذرہ ہیں
جنہیں نظروں سے گم ہوتے ہوئے رستوں کی غم پیما لکیروں میں
دکھائی دے رہی ہیں آنے والی منزلوں کی دھندلی تصویریں
ضرور اک روز بدلے گا نظام قسمتِ آدم
بسے گی اک نئی دنیا، سجے گا اک نیا عالم
شبستاں میں نئی شمعیں، گلستاں میں نیا موسم
وہ رُت اے ہم نفس جانے کب آئے گی
یہ نو نمبر کی بس جانے کب آئے گی"(۴)

بیسویں صدی کی اردو شاعری کے صفِ اول کے شاعر میراجی کا انگریزی شاعری کا گہرا مطالعہ تھا۔ میراجی براؤننگ سے بھی متاثر تھے۔ اور براؤننگ کے اثرات کے تحت ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے قائل تھے۔ وہ بھی انسانوں کو بندروں کی ترقی یافتہ شکل سمجھتے ہیں۔ میراجی کے خیالات کے مطابق انسانی زندگی کی شروعات پہاڑوں اور جنگلوں سے ہوئی ہے۔ ان کے نظریات کے مطابق انسان اس وقت اپنا تن نہیں ڈھانپتا تھا جیالوجیکل ٹائم سکیل "Geological Time Scale" کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے انسان نے قوانین بنانے شروع کیے اور وہ جنگل کے ماحول سے متمدن معاشرے کی طرف قدم اٹھانے لگا اور پھر تاریخ کے نظریہء جبر کے تسلسل کے مطابق عورتوں مکمل ڈھانپنے کے نظریات وجود میں آئے۔ میراجی سگمنڈ فرائیڈ کے نظریات کو قبول کرنے کے ساتھ اس کا پرچار

بھی کرتا تھا۔ میراجی کے مطابق تحلیلِ نفسی کے تجربات انسان کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ترقی کی جانب سفر کرتے ہیں۔ اور یہ انسانی شعور کے ساتھ متوازی خطوط کی مانند سفر کرتے ہیں۔ میراجی فرماتے ہیں:

"ناک سے ناک لگاتے ہوئے، پیشانی پہ پہنچیں جو نگاہیں تو کہا،

یہ ہی اب چاند ہے تاروں کی ضرورت ہی نہیں،
تارے فرقت کی شبِ تار میں گننے کے لیے ہوتے ہیں
آج تم بھی ہو یہیں، ہم بھی ہیں یہیں---گال کا خم،
ہم سے کہتا ہے کہ خمِ دورِ زماں ہوں---مجھ کو
دیکھ کر اور کوئی بات نہ یاد آئے گی
ابھی کل ہی پڑھا ہے شاید
ڈارون کہتا ہے بندر سے ترقی کر کے
آج انسان بھی انسان بنا بیٹھا ہے
دونوں کے گالوں پہ، جبڑوں پہ ذرا غور کرو
ناک بھی دیکھو یہ---رفتہ رفتہ
اونچی ہوتے ہوئے اس درجہ ابھر آئی ہے
اور پیشانی تو ویسی ہی نظر آتی ہے
یہ خیال آنے پہ ہر رات کی باتیں مجھ کو
یوں ہنسا جاتی ہیں جیسے وہ لطیفہ ہو کوئی
یہ لطیفہ---کسی جنگل میں کسی ٹہنی پر
ایک بندر یہ بندریا سے کہا کرتا تھا
آج تم بھی ہو یہیں اور ہم بھی ہیں یہیں---گال کا خم
ہم سے کہتا ہے، خمِ دورِ زماں ہوں---مجھ کو
دیکھ کر کوئی اور بات یاد نہ آئے گی۔"(۵)

فیض احمد فیض کی شاعری پر رابرٹ براؤننگ کے افکار نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ رابرٹ براؤننگ نے محبت کے موضوع اور ذاتی احساسات کے متعلق تین نظمیں لکھی ہیں۔ فیض کی نظم "حسینہ خیال سے" رابرٹ براؤننگ کے خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔ فیض احمد فیض کی اس نظم پر براؤننگ کی تقلید میں یونانی دیومالا یعنی "Greek Metheology" کے اثرات ہیں۔ فیض نے اس نظم میں ڈرامائی خود کلامی کے عناصر بھی شامل ہیں، جو کہ رابرٹ براؤننگ کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ فیض احمد فیض دنیا کے اندھیروں سے نکل کر حسن ازل کے دامن میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ آنے والے غموں کے تفکرات کی دنیا سے آزاد ہونے کے ساتھ اپنے ماضی اور مستقبل کو اسی حسن ازل اور مثالی فلاحی معاشرہ میں تحلیل کر دینا چاہتے ہیں اور ہمیشہ رہنے والی خوشیوں سے بھرپور دنیا کے متلاشی ہیں۔ فیض احمد فیض فرماتے ہیں:

"رسیلے ہونٹ، معصومانہ پیشانی، ہنسی آنکھیں
کہ میں ایک بار پھر رنگینیوں میں غرق ہو جاؤں
میری ہستی کو تیری اک نظر آغوش میں لے لے
ہمیشہ کے لیے اس دام میں محفوظ ہو جاؤں
ضیائے حسن سے ظلمات دنیا میں نہ پھر آؤں
گزشتہ حسرتوں کے دل میرے دل سے دھل جائیں
میں آنے والے غم کی فکر سے آزاد ہو جاؤں
میرے ماضی و مستقبل سراسر محو ہو جائیں
مجھے وہ اک نظر ایک جاودانی سی نظر دے دے"(۶)

رابرٹ براؤننگ اپنی نظم "محبت کے راستے پر"میں اظہارِ خیال کرتا ہے کہ وہ تمام جون پھولوں کے گٹھے باندھتا رہا کیونکہ جون کے مہینے میں برطانیہ میں بہار کا موسم ہوتا ہے۔پھولوں کی ایک ایک پتی الگ کر کے ان راستوں پر بکھیرتا رہا جہاں سے اس کی محبوبہ "پالین" نے گزرنا تھا۔مگر اس کو یہ معلوم تھا کہ "پالین "کبھی بھی اس راستے پر نہیں آئے گی اور نہ ہی کبھی اسے گیت گانے کا حکم دے گی۔اس کے باوجود شاعر کہتا ہے کہ وہ ان پھولوں کو راستوں پر یہیں پڑا رہنے دو۔شاید کبھی پالین یہاں سے گزرے اور خشک مرجھائے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر شاعر کی محبت کی گہرائی کا اندازہ لگا لے۔ رابرٹ براؤننگ کی اس نظم میں محبت، خوشی، درد ،اظہار اور انتظار کے خوفناک لمحات کا ذکر موجود ہے۔ اس نظم میں براؤننگ نے گہرے جذبات کا اظہار کے ساتھ"پالین" کے متعلق احساسات اور روحانی واردات کی گہرائی کا ذکر کیا ہے وہ اپنی محبت میں طویل انتظار کے احساسات کو اپنے شدت جذبات اور سچی ریاضت کا پھل قرار دیتا ہے۔ یہ نظم ڈرامیٹک مونولاگ کا حسین شاہکار ہے۔رابرٹ براؤننگ کہتے ہیں:

“All June I bound the rose in sheaves.
Now, rose by rose, I strip the leaves
And strew them where Pauline may pass.
She will not turn aside? Alas!
Let them lie. Suppose they die?
The chance was they might take her eye.
How many a month I strove to suit?
These stubborn fingers to the lute!
To-day I venture all I know.
She will not hear my music? So!
Break the string; fold music's wing:
Suppose Pauline had bidden me sing!
My whole life long I learned to love.
This hour my utmost art I prove

And speak my passion---heaven or hell?
She will not give me heaven? 'Tis well!
Lose who may---I still can say,
Those who win heaven, blest are they!" (7)

یہ ہی انداز فیض کی نظم "مری جاں اب بھی اپنا حسن واپس پھیر دے مجھ کو" میں بھی دکھائی یتا ہے۔ فیض کی اس نظم پر رابرٹ براؤننگ کے واضح اثرات دکھائی دے رہے ہیں۔ اس نظم میں فیض کا محبوب "پالین" سے ذرا سا مختلف ہے۔ مگر شدتِ جذبات ، درد، تمنا، اور انتظار کا اضطراب ایک سا ہے۔ فیض احمد فیض فرماتے ہیں:

"مری جاں اب بھی اپنا حسن واپس پھیر دے مجھ کو
ابھی تک دل میں تیرے عشق کی قندیل روشن ہے
تیرے جلوؤں سے بزم زندگی جنت بدامن ہے
میری روح اب بھی تنہائی میں تجھ کو یاد کرتی ہے
ہر ایک تارِ نفس میں آرزو بیدار ہے اب بھی
ہر اک بے رنگ ساعت منتظر ہے تیری آمد کی
نگاہیں بچھ رہی ہیں راستہ زرکار ہے اب بھی
مگر جان حزیں صدمے سہے گی آخرش کب تک
تیری بے مہریوں پہ جان دے گی آخرش کب تک
تیری آواز میں سوئی ہوئی شیرینیاں آخر
میرے دل کی فسردہ خلوتوں میں جاں نہ پائیں گی
یہ اشکوں کی فراوانی سے دھندلائی ہوئی آنکھیں
تیری رعنائیوں کی تمکنت کو بھول جائیں گی
پکاریں گے تجھے تو لب کوئی لذت نہ پائیں گے
گلو میں تیری الفت کے ترانے سوکھ جائیں گے
مبادا یادہائے عہد ماضی محو ہو جائیں
یہ پارینہ فسانے موج ہائے غم میں کھو جائیں
میرے دل کی تہوں سے تیری صورت دھل کے بہ جائے
حریم عشق کی شمع درخشاں بجھ کے رہ جائے
مبادا اجنبی دنیا کی ظلمت گھیر لے تجھ کو
میری جاں اب بھی اپنا حسن واپس پھیر دے مجھ کو" (۸)

ڈاکٹر صلاح الدین حیدر، فیض احمد فیض کی شاعری پر براؤننگ کے اثرات کے متعلق لکھتے ہیں۔

"علاوہ ازیں فیض کی شاعری میں جو رجائیت ہے، اور موت سے مکالمے کے ناتے جینے کی امنگ ہے۔ اس میں بھی براؤننگ کے محسوسات سے ہم آہنگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ مختلف سماجی پس منظر کی فلاسفی میں براؤننگ انسان کی زندہ رہنے کی امنگ کو ناقابل تسخیر سمجھتا ہے اور فیض کو بھی یقین ہے کہ نظام جبر کو توڑنے کے لیے حساب کتاب اس دھرتی پر ہونا ہے، سو یہ بڑا آدرش فیض کی شاعری کے ساتھ اس کی شخصیت کو عظیم المیہ کے کسی ہیرو کی شناخت کیا کرتا ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر فیض اپنے مسلک عشق کو زندگی کی جدوجہد سے مربوط کرتے ہیں تو براونگ کی روایت میں غنائیت کو الفاظ کی موسیقیت سے ہم آہنگ کرتے ہیں"(۹)

اسی طرح رابرٹ براؤننگ کی شاعری میں خزاں "Anno Domini" کی علامت ہے لیکن فیض کی شاعری میں معاشرتی قوانین کی بربادی اور تخلیقی خوشیوں کے زوال کی جانب سفر ہے براؤننگ کی شاعری رومانوی تحریک کے مقاصد اور نظریات سے انحراف کے عمل کی جانب گامزن دکھائی دیتی ہے۔ فیض احمد فیض کی شاعری پر رابرٹ براؤننگ کے اثرات میں سب سے زیادہ نمایاں چیز ڈرامیٹک مونولاگ "Dramatic Monolouge" ہے۔ براؤننگ کی دلچسپی کا سارامدارومدار کرہءارض کے حسن ازل کی تلاش میں پوشیدہ ہے اس لیے وہ اپنے ڈرامیٹک مونولاگ "Dramatic Monolouge" میں داخلی محسوسات کی وجد آفرینیوں پر انحصار نہیں کرتا۔ براؤننگ کی شاعری میں کے حوالے سے رانا خضر سلطان لکھتے ہیں:

'ڈرامائی خود کلامی ڈرامیٹک مونو لاگ "Dramatic Monolouge" براؤننگ کے تخلیقی جہان کی اہم ترین شعری صنف ہیں۔ لیکن ہیئت کے اعتبار سے اس کی نظمیں ڈرامہ کے معیار و شرائط پر پورا نہیں اترتی۔ کیونکہ ان میں اشاروں یا خطوط کے ذریعے دوسروں کو خطاب کیا جاتا ہے اور شاعر مکتوب اور مکتوب الیہ کے درمیان ایک ڈاکیا بن کر رہ جاتا ہے۔ یہاں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ ایک اہم مگر مشکل صنف ہے اس میں کرداروں کی داخلی کیفیتوں اور ذہنی واردات کے مطالعہ سے لے کر شعور و تحت شعور اور نفسیاتی تجزیہ کے نتائج تک داخل ہیں"(۱۰)

رابرٹ براؤننگ کی ڈرامائی خود کلامی یعنی ڈرامیٹک مونولاگ سے متاثر ہو کر فیض احمد فیض نے بھی کئی نظموں میں یہی انداز اختیار کیا ہے۔ یہی انداز انھوں نے اپنی مشہور نظم "AFRICA COME BACKE" میں اختیار کیا ہے۔ یہ نظم فیض نے ۱۴ جنوری ۱۹۵۵ء میں منٹگمری کی جیل میں لکھی تھی۔ جب فیض بغاوت کے مقدمے کی وجہ سے جیل کاٹ رہے تھے۔ افریقہ آج بھی دنیا کا پسماندہ ترین براعظم ہے۔ تیسری دنیا کے اکثر ممالک کا تعلق اسی براعظم سے ہے۔ اپنے جنگلوں، صحراؤں، سطح مرتفع، غربت وافلاس اور پس ماندگی کی وجہ سے تاریک براعظم "Dark Continent" کہلاتا تھا۔ اس نظم میں فیض نے افریقہ میں آزادی کی تحریک، حریت و مساوات، اور سیاسی بیداری کی لہر کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ جس کا انداز براؤننگ کے ڈرامیٹک مونولاگ کا ہے۔

فیض احمد فیض فرماتے ہیں:

آجاؤ میں نے سن لی تیرے ڈھول کی ترنگ

آجاؤ مست ہو گئی میرے لہو کی تال

"آجاؤ ایفریقا"

آجاؤ میں نے دھول سے ماتھا اٹھالیا

آجاؤ میں نے چھیل دی آنکھوں سے غم کی چھال

آجاؤ میں نے درد سے بازو چھڑا لیا

آجاؤ میں نے نوچ دیا بے کسی کا جال

"آجاؤ ایفریقا"

دھرتی دھڑک رہی ہے میرے ساتھ ایفریقا

دریا تھرک رہا ہے تو بن دے رہا ہے تال

میں ایفریقا ہوں دھار لیا میں نے تیر اروپ

میں تو ہوں، میری چال ہے، تیری ببر کی چال

"آجاؤ ایفریقا"(۱۱)

رابرٹ براؤننگ کی ایک طویل نظم "RUBBI BEN EZRA" ہے۔ براؤننگ کی اس نظم میں معاشرے میں اور اس کائنات میں فرد کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں نظریہ خودی اور نظریہ تقدیر کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال کی شاعری میں بھی فرد کی اہمیت اور آزادی، عظمتِ انسانیت، نظریہ تقدیر کے ساتھ ساتھ نظریہ خودی ایک بڑے نظریہ کی شکل میں ہمارے سامنے آیا ہے۔ براؤننگ کی نظم 'RUBBI BEN EZRA" میں اگرچہ فلسفہ موجود ہے۔ مگر اقبال کے مقابلے میں دھیما انداز لیے ہوئے ہے۔ براؤننگ کی نظم "ربیّ بن عزرا" میں فلسفہ خودی ایک خاص انداز سے بیان ہوا ہے۔ اقبال کی شاعری میں "شکوہ" میں ڈرامیٹک مونولاگ کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ ان کی نظموں، خطاب بہ جوانانِ اسلام، جاوید کے نام، ابوالعلاء معریؒ، روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے، اور مسجد قرطبہ اور ساقی نامہ میں بھی ڈرامیٹک مونولاگ کے عناصر موجود ہیں، جو کہ رابرٹ براؤننگ کے اثرات کی واضح علامات ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ فاروقی، محمد احسن، ڈاکٹر، تاریخ ادب انگریزی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، یونیورسٹی آف کراچی، ۱۹۸۶ء، ص:۴۷۹

۲۔ ایضاً، ص:۴۸۳

۳۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتب)، خواجہ محمد ذکریا، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء ص:۵۰

۴۔ ایضاً، ص:۵۱

۵۔ میر اجی، کلیاتِ میر اجی، (مرتب)، جمیل جالبی، ڈاکٹر، لندن، اردو مرکز، ۱۹۸۸ء، ص:۱۹۰

۶۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، لاہور، مکتبہ کاروان، ۱۹۹۸ء ص:۳۰

7: Browning, Robert, "The Poems" Edited by John Pettigreio, volume one U S A ,New Haven London, Yale University Press,1981 P.734.

8۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص: ۳۱۰

۹۔ حیدر، صلاح الدین، ڈاکٹر، فیض اور براؤننگ، (مضمون) مشمولہ، اُردو شاعری کا صدر دروازہ- فیض احمد فیض، مرتبین: ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر طاہر تونسوی، فیصل آباد، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء ص: ۲۰۷_۲۰۸

۱۰۔ سلطان، رانا خضر، انگریزی ادب کا تنقیدی جائزہ، لاہور، بک ٹاک،، ۲۰۰۵ء ص: ۲۲۲

۱۱۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص: ۲۷۴

References in Roman Script:

1. Farooqi, Muhammad Ahsen, Dr., History of English Literature, Karachi, Department of Writing, Publication, and Translation, University of Karachi, First Edition, 1986, p. 479.

2. Ibid, p: 483

3. Majid Amjad, Complete Works of Majid Amjad ،edited by Khawaja Muhammad Zakriya, Lahore, Alhamd Publications, Rana Chambers, Lake Road Lahore, 2014, p: 50

4. Ibid, p :51

5. Mira Ji, Complete Works of Mira Ji edited by Dr. Jameel Jalbi, London, Urdu Center, 1988, First Edition, p. 190.

6. Faiz Ahmed Faiz, Nuskha-e-Wafa, Lahore, Maktabah Karwan, Kacheri Road, Mussawer Edition, 1998, p:30

7. Browning, Robert, The Poems edited by John Pettigrew, Volume One, USA, New Haven London, Yale University Press, 1981, p:734

8. Faiz Ahmed Faiz, Nuskha-e-Wafa, p:310

9. Haider, Salahuddin, Dr., Faiz and Browning, article included in "Urdu Poetry's Main Gate - Faiz Ahmed Faiz, edited by Dr. Zakir Hussain and Dr. Tahir Tunisvi, Faisalabad, Government College University, 2012, pp. 207-208.

10. Sultan, Rana Khizr, Critical Review of English Literature, Lahore, Book Talk, 2005, p: 222

11. Faiz Ahmed Faiz, Nuskha-e-Wafa, p:274